فَاسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے تین طلاق سے رجوع کر لیا تھا؟

مَا نَدِمْتُ عَلٰی شَيْءٍ نَدَامَتِي عَلٰی ثَلَاثٍ؛ أَنْ لَّا أَكُونَ حَرَّمْتُ الطَّلَاقَ، وَعَلٰی أَنْ لَّا أَكُونَ أَنْكَحْتُ الْمَوَالِيَ، وَعَلٰی أَنْ لَّا أَكُونَ قَتَلْتُ النَّوَائِحَ .

''میں اتنا نادم کسی چیز پر نہیں ہوا، جتنا تین چیزوں پر ہوا ہوں۔ یہ کہ میں نے طلاق کو حرام قرار کیوں دیا؟ یہ کے کاش میں موالی کا نکاح نہ کرواتا اور یہ کہ میں نوحہ کرنے والوں کو قتل نہ کرواتا۔''

(إغاثة اللّهفان لابن القيم :336/1)

تبصرہ:

سند سخت ضعیف ہے۔

① یزید بن ابی مالک مدلس ہیں، نیز سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ صَاحِبُ تَدْلِيسٍ وَّإِرْسَالٍ عَمَّنْ لَمْ يُدْرِكْ .

''یہ مدلس ہیں اور ان لوگوں سے ارسال بھی کرتے، جن سے ان کی ملاقات

نہیں ہوئی ہوتی۔''

(میزان الاعتدال : 439/4)

④ خالد بن یزید بن عبدالرحمٰن بن ابی مالک ضعیف ہے۔

سوال: کیا زمزم رو بہ قبلہ ہو کر پینا مستحب ہے؟

جواب: جی ہاں، زمزم قبلہ رو ہو کر پینا مستحب ہے۔

عبداللہ ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

قَالَ لِي ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِنْ أَيْنَ جِئْتَ؟ قُلْتُ : شَرِبْتُ مِنْ زَمْزَمَ، قَالَ : شَرِبْتَ كَمَا يَنْبَغِي؟ قُلْتُ : كَيْفَ أَشْرَبُ؟ قَالَ : إِذَا شَرِبْتَ فَاسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ ثُمَّ اذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ ثُمَّ تَنَفَّسْ ثَلَاثًا وَتَضَلَّعْ مِنْهَا فَإِذَا فَرَغْتَ فَاحْمَدِ اللّٰهَ فَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : آيَةُ مَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْمُنَافِقِينَ أَنَّهُمْ لَا يَتَضَلَّعُونَ مِنْ زَمْزَمَ .

''مجھے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: آپ کہاں سے آئے ہیں؟ عرض کیا: زمزم پی کر، فرمایا: ویسے پیا، جیسے پینا چاہیے؟ عرض کیا: کیسے پینا چاہیے؟ فرمایا: زمزم پیتے وقت قبلہ رو ہو جائیں، پھر بسم اللہ پڑھیں، تین سانس لیں، پیٹ بھر کر پی لیں تو الحمد للہ کہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے اور منافقین کے مابین ایک نشانی یہ بھی ہے کہ منافقین پیٹ بھر کر زمزم نہیں پیتے۔''

(السّنن الکبری للبیهقي : 9656، 9657، وسندہٗ حسنٌ)

سوال: کہا جاتا ہے کہ ایک شخص ''عکہ'' سے مکہ پیاز لایا، تو کوئی خریدار نہیں تھا، پیاز

خراب ہورہے تھے، تو اس نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سارا ماجرا بیان کیا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ سَمِعْتُ مِنْ حَبِيبِي رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ أَكَلَ بَصَلَ عَكَّةَ فِي مَكَّةَ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ .

''لوگو! میں نے اپنے حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جس نے مکہ میں عکہ کے پیاز خرید کر کھائے، اس کے لئے جنت واجب ہو جائے گی۔''

تو لوگوں نے یہ حدیث سن کر پیاز خرید لئے۔

اس واقعہ کی کیا حقیقت ہے؟

(جواب): یہ جھوٹا واقعہ ہمارے دور کے بعض روافض نے گھڑا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس سے بری ہیں۔ دراصل یہ لوگ باور کرانا چاہتے ہیں کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر جھوٹ باندھتے تھے۔ العیاذ باللہ!

(سوال): کیا سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی ماں کو کالی کلوٹی کہا؟

(جواب): ثابت نہیں۔ اس حوالے سے ایک سخت ضعیف روایت بھی آتی ہے۔

''سیدنا ابوذر غفاری اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہما کے درمیان کوئی اختلاف تھا۔ تو سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے بلال رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ کی ماں کالی ہے، تو بلال رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، آپ سے شکایت کی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلوانے کا حکم دیا۔ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ جب آ گئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: آپ نے بلال پر شتم کیا ہے اور ان کی ماں کے کالے پن کا طعنہ دیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا نہیں خیال تھا کہ آپ میں جاہلیت کے تکبر سے کچھ باقی ہوگا۔ تو سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ زمین پر لیٹ گئے

اپنے گالوں کو زمین پر رکھ دیا اور کہا: اللہ کی قسم! میں اس وقت تک زمین سے نہیں اٹھوں گا، جب تک بلال میرے منہ کو قدموں سے روند نہ دیں، تب سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے ان کے منہ کو پاؤں سے روند دیا۔''

(شرح صحيح البخاري لابن بَطّال :1/87-88)

تبصرہ:

سخت ضعیف روایت ہے۔

① ولید بن مسلم تدلیس تسویہ کرتے تھے، سماع بالتسلسل درکار ہے!

② ابوبکر بن عبداللہ بن ابی مریم سخت ضعیف ہے۔

③ ضمرہ بن حبیب کا سیدنا ابوذر غفاری اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہما سے سماع نہیں۔

④ ولید بن مسلم سے نیچے سند غائب ہے۔

(سوال): بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ صحابہ کرام سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا احترام نہیں کرتے تھے، وہ بطور دلیل یہ روایت پیش کرتے ہیں:

عَاشَتْ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّةَ أَشْهُرٍ، فَلَمَّا تُوُفِّيَتْ دَفَنَهَا زَوْجُهَا عَلِيٌّ لَيْلًا، وَلَمْ يُؤْذِنْ بِهَا أَبَا بَكْرٍ وَصَلَّى عَلَيْهَا، وَكَانَ لِعَلِيٍّ مِنَ النَّاسِ وَجْهٌ حَيَاةَ فَاطِمَةَ، فَلَمَّا تُوُفِّيَتِ اسْتَنْكَرَ عَلِيٌّ وُجُوهَ النَّاسِ، فَالْتَمَسَ مُصَالَحَةَ أَبِي بَكْرٍ وَمُبَايَعَتَهٗ، وَلَمْ يَكُنْ يُبَايِعُ تِلْكَ الْأَشْهُرَ.

''سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چھ ماہ تک زندہ رہیں، جب فوت ہو

گئیں، تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کو رات ہی دفن کر دیا، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خبر نہیں دی اور ان کا جنازہ پڑھا دیا۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ایک احترام تھا، جب وہ فوت ہوگئیں، تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ لوگوں کا رویہ بدل گیا ہے۔ پھر آپ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے صلح اور بیعت کے لئے آئے، ان چھ ماہ میں آپ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی تھی۔''

(صحيح البخاري: 4240)

اس کی وضاحت درکار ہے!

جواب: اس روایت کی شرح میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَوْلُهٗ : وَكَانَ لِعَلِيٍّ مِنَ النَّاسِ وَجْهٌ حَيَاةَ فَاطِمَةَ، أَيْ كَانَ النَّاسَ يَحْتَرِمُونَهٗ إِكْرَامًا لِّفَاطِمَةِ فَلَمَّا مَاتَتْ وَاسْتَمَرَّ عَلٰى عَدَمِ الْحُضُورِ عِنْدَ أَبِي بَكْرٍ قَصَرَ النَّاسُ عَنْ ذٰلِكَ الْاِحْتِرَامِ لِإِرَادَةِ دُخُولِهٖ فِيمَا دَخَلَ فِيهِ النَّاسُ .

''اس سے مراد یہ ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں لوگ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تکریم کی وجہ سے علی رضی اللہ عنہ کا احترام کرتے تھے، تو جب سیدہ فوت ہوگئیں، علی رضی اللہ عنہ پھر بھی ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس نہیں آئے، تو لوگوں نے اس ارادے سے علی رضی اللہ عنہ کا احترام کم کر دیا، تاکہ وہ بھی ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لیں۔''

(فتح الباري: 494/7)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ اجتہادی طور پر چھ ماہ تک سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت سے رکے رہے، اسی اثنا میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوگئی، تو آپ رضی اللہ عنہ نے بیعت کر لی۔ صحابہ کرام کا

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے جو رویہ تھا، وہ وقتی تھا اور ایک خاص اقدام کے پیش نظر تھا۔ بتقاضا بشریت ایسا ممکن ہے۔ وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو قومی دھارا پر لانا چاہتے تھے، جب تمام بنو ہاشم نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کر لی، تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا پیچھے رہ جانا مناسب نہ تھا۔ آپ کے پیچھے رہنے کی وجہ یہ تھی کہ آپ سمجھتے تھے کہ ہمیں مشورہ میں شامل کیا جاتا، نہ کہ اس غرض سے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بلافصل نہیں ہیں۔ ویسے بھی خلافت کوئی ایسی چیز نہیں ہے، جو منصوص ہو اور تمام مسلمان ایک خلیفہ پر متفق ہوں، چند مقتدر شخصیات اور ارباب حل وعقد کا کسی کو خلیفہ منتخب کر دینا ہی کافی ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کبھی خلافت کے متمنی نہیں رہے۔

سوال: نماز شروع کرتے وقت انگوٹھے کانوں کی لو سے مس کرنا کیسا ہے؟

جواب: اس پر کوئی دلیل نہیں۔

علامہ طحطاوی حنفی (۱۲۳۱ھ) لکھتے ہیں:

مَسُّ الشَّحْمَتَيْنِ لَمْ يُذْكَرْ فِي الْمَتَدَاوَلَاتِ .

''(انگوٹھوں کو) کانوں کی لَو سے مس کرنا متداول کتب میں منقول نہیں ہوا۔''

(حاشية الطّحطاوي، ص 278)

سوال: حشیش (چرس) کا کیا حکم ہے؟

جواب: چرس حرام ہے۔ ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔

شیخ الاسلام، ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّهٗ يَحْرُمُ بِلَا نِزَاعٍ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ .

''چرس کے حرام ہونے میں مسلمانوں کا کوئی اختلاف نہیں۔''

(مجموع الفتاویٰ: 10/11)

علامہ شامی حنفی (۱۲۵۰ھ) نقل کرتے ہیں:

حَكَى الْقَرَافِيُّ وَابْنُ تَيْمِيَّةَ الْإِجْمَاعَ عَلٰى تَحْرِيمِ الْحَشِيشَةِ .

''قرافی اور ابن تیمیہ نے حشیش کے حرام ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔''

(فتاویٰ شامی:459/6، قرة عين الأخيار : 15/7)

سوال: سیدنا علی رضی اللہ عنہ بستیوں میں جمعہ کے قائل تھے؟

جواب: جی ہاں، بستیوں میں جمعہ بالا جماع جائز ہے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَا تَشْرِيقَ وَلَا جُمُعَةَ إِلَّا فِي مِصْرٍ جَامِعٍ .

''نماز عید اور نماز جمعہ صرف ان آبادیوں میں فرض ہے، جن کے باشندے مستقل رہائش پذیر ہیں۔''

(معرفة السّنن والآثار للبيهقي : 6330، وسندهٗ صحيحٌ)

قرآن کریم کے عموم اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مطابق ہر جگہ جمعہ ادا کیا جا سکتا ہے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے اس قول کا یہ مطلب نہیں کہ بستیوں میں جمعہ یا عید ادا نہیں ہو سکتی، بلکہ اہل علم نے اس کے دو مفہوم بیان کیے ہیں؛

① حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

اَلْأَشْبَهُ بِأَقَاوِيلِ السَّلَفِ وَأَفْعَالِهِمْ فِي إِقَامَةِ الْجُمُعَةِ فِي الْقُرَى الَّتِي أَهْلُهَا أَهْلُ قَرَارٍ لَيْسُوا بِأَهْلِ عُمُودٍ يَتَنَقَّلُونَ إِنَّ ذٰلِكَ مُرَادُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ .

''سلف کے اقوال و افعال سے درست بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان بستیوں

میں جمعہ قائم کیا جائے گا، جہاں لوگ مقیم ہوں اور ان میں نہیں، جہاں لوگ مسافر ہوں اور انہوں نے وہاں سے کوچ کر جانا ہو، علی رضی اللہ عنہ کی یہی مراد ہے۔''

(المُهذّب في اختصار السّنن الكبير : 1109/3)

② علامہ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّهٗ أَرَادَ بِذٰلِكَ الْقُرَى الَّتِي فِيهَا وَالٍ مِّنْ جِهَةِ الْإِمَامِ، فَيَكُونُ مُرَادُهٗ أَنَّهٗ لَا جُمُعَةَ إِلَّا بِإِذْنِ الْإِمَامِ فِي مَكَانٍ لَّهٗ فِيهِ نَائِبٌ يُقِيمُ الْجُمُعَةَ بِإِذْنِهٖ، وَبِذٰلِكَ فَسَّرَهٗ أَحْمَدُ فِي رِوَايَةٍ عَنْهُ .

''اس سے مراد وہ بستیاں ہیں، جن میں کوئی والی ہوتا ہے، جسے امام نے مقرر کیا ہوتا ہے، تو ان کی مراد یہ ہوگی کہ جمعہ صرف امام کی اجازت سے ہوتا ہے، ایسی جگہ میں، جہاں اس کا کوئی نائب ہو، وہ اس کی اجازت سے جمعہ پڑھائے گا۔ امام احمد نے یہی تفسیر کی ہے۔''

(فتح الباري لابن رجب : 140/8)

سوال: نماز کے بعد سجدہ میں دعا کرنا کیسا ہے؟

جواب: نماز کے بعد سجدہ میں دعا کرنا قرآن وحدیث سے ثابت نہیں ہے۔

فقہ حنفی کی معتبر کتابوں میں ہے:

أَمَّا إِذَا سَجَدَ بِغَيْرِ سَبَبٍ فَلَيْسَ بِقُرْبَةٍ وَّلَا مَكْرُوهٍ وَمَا يَفْعَلُ عَقِيبَ الصَّلَوَاتِ مَكْرُوهٌ؛ لِأَنَّ الْجُهَّالُ يَعْتَقِدُونَهَا سُنَّةً أَوْ وَاجِبَةً وَكُلُّ مُبَاحٍ يُؤَدِّي إِلَيْهِ فَمَكْرُوهٌ، هٰكَذَا فِي الزَّاهِدِيِّ .

''جب کوئی شخص بغیر کسی سبب کے سجدہ کرے، تو یہ نہ تو ثواب ہے، نہ مکروہ۔

البتہ نمازوں کے بعد جو سجدہ کیا جاتا ہے، یہ مکروہ ہے۔ کیونکہ جاہل لوگ اسے سنت یا واجب سمجھتے ہیں۔ ہر وہ مباح حکم، جس کی وجہ سے کسی عمل کو سنت یا واجب سمجھا جانے لگے، وہ مکروہ ہے۔ زاہدی میں اسی طرح لکھا ہے۔''

(فتاویٰ عالمگیری:1/136، درمختار،ص105، شامی:2/120، حاشية الطّحطاوي، ص 500)

سوال: بعض لوگ مصافحہ کے بعد اپنا ہاتھ چومتے ہیں، کیسا ہے؟

جواب: جائز نہیں۔ قرآن وسنت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں۔

فقہائے احناف نے اسے مکروہ قرار دیا ہے:

مَا يَفْعَلُهُ الْجُهَّالُ مِنْ تَقْبِيلِ يَدِ نَفْسِهٖ إِذَا لَقِيَ غَيْرَهٗ فَمَكْرُوهٌ .

''بعض جہلا کسی غیر سے ملتے وقت اپنا ہاتھ چومتے ہیں، یہ مکروہ ہے۔''

(درِ مختار، ص 659، البِناية شرح الهداية : 12/198، مِنحة السّلوك، ص 415، تبيين الحقائق شرح كنز الدّقائق : 6/25، البحر الرّائق : 8/226)

سوال: جو شخص علم غیب کا دعویٰ کرے، اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب: علم غیب اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے، جو بھی علم غیب کا دعویٰ کرے، وہ کافر ہے۔

امام محمد بن حسن شیبانی کہتے ہیں:

أَمَّا الْغَيْبُ فَلَا يَعْلَمُهٗ إِلَّا اللّٰهُ تَعَالٰى .

''غیب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔''

(الأصل : 7/237)

حنفی فقہا لکھتے ہیں:

...... ادَّعَى الْغَيْبَ بِنَفْسِهٖ يَكْفُرُ .

''جس نے اپنے لیے غیب جاننے کا دعوی کیا، وہ کافر ہو گیا۔''

(مَجمع الأنهر :691/1، فتاویٰ شامی:44/1، 242/4۔243، الأشباہ والنظائر، ص167)

فقہ حنفی کی معتبر کتاب میں ہے:

يَكْفُرُ بِقَوْلِهِ عِنْدَ رُؤْيَةِ الدَّائِرَةِ الَّتِي تَكُونُ حَوْلَ الْقَمَرِ يَكُونُ مَطَرٌ مُدَّعِيًا عِلْمَ الْغَيْبِ، كَذَا فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ.

''اس شخص کی تکفیر کی جائے گی، جو جب چاند کے گرد دائرہ دیکھ کر بارش کی خبر دیتا ہے، یہ غیب کا دعوی کرتا ہے۔ بحر الرائق میں اسی طرح لکھا ہے۔''

(فتاویٰ عالمگیری:280/2)

علامہ صنع اللہ حنفی صاحب (۱۱۲۰ھ) لکھتے ہیں:

مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ غَيْبِ الْأَوْلِيَاءِ وَغَيْبِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَقَالَ : هٰذَا غَيْرُ ذٰلِكَ، مَعَ أَنَّ الْحَالَ فِي الْمَحْذُورِ وَاحِدٌ، فَقَدْ ضَلَّ بِهَوَاهُ، وَاتَّبَعَ شَيْطَانَهٗ بِفَتْوَاهُ.

''جو اولیا کے غیب اور اللہ کے غیب میں فرق کرتا ہے اور کہتا ہے: ان دونوں کے غیب میں فرق ہے، حالانکہ جو اولیا کے لیے اللہ جیسا غیب سمجھے یا ان میں فرق کرے، دونوں باتیں غلط ہیں۔ تو وہ شخص اپنی خواہشات میں گمراہ ہو گیا ہے اور اپنے فتوے کے ساتھ شیطان کا اتباع کرتا ہے۔''

(سَیف اللّٰہ علٰی من کَذَب علٰی أولیاء اللّٰہ، ص 62)

سوال: اگر کوئی دعویٰ کرے کہ مجھے فلاں کی چوری کا علم ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: علم غیب اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ جو بھی غیب کا دعویٰ کرے، وہ

قرآن وحدیث اور اجماع امت کا منکر ہے، اس بنا پر وہ کافر ہو جائے گا۔

علامہ ابن نجیم حنفی (۹۷۰ھ) لکھتے ہیں:

...... بِقَوْلِهِ : أَنَا أَعْلَمُ الْمَسْرُوقَاتِ وَبِقَوْلِهِ : أَنَا أُخْبِرُ عَنْ إِخْبَارِ الْجِنِّ إِيَّايَ .

''اس شخص کی تکفیر کی جائے گی، جو کہے کہ میں چوری شدہ چیزوں کو جانتا ہوں یا میں اس لئے خبر دیتا ہوں کہ مجھے جن بتاتے ہیں۔''

(البحر الرّائق : 130/5)

فتاویٰ شامی میں ہے:

فِي التَّتَارْخَانِيَّة : يَكْفُرُ بِقَوْلِهِ : أَنَا أَعْلَمُ الْمَسْرُوقَاتِ أَوْ أَنَا أُخْبِرُ عَنْ إِخْبَارِ الْجِنِّ إِيَّاىَ .

''تتارخانیہ میں ہے کہ اس شخص کی تکفیر کی جائے گی، جو کہے میں چوری شدہ چیزوں کو جانتا ہوں یا میں جنوں کے ذریعہ سے خبر دیتا ہوں۔''

(فتاویٰ شامی: 242/4، مَجمع الأنهر : 691/1)

سوال: جو یہ کہے کہ اولیا کی روحیں گھومتی پھرتی ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: روح جسم سے نکل جانے کے بعد دنیا میں نہیں آتی۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ﴾ (الزمر : 42)

''جن (روحوں) پر موت کا فیصلہ ہو چکا ہوتا ہے، انہیں اللہ تعالیٰ اپنے پاس روک لیتا ہے (دنیا میں نہیں آنے دیتا)۔''

علامہ صنع اللہ حنفی صاحب (۱۱۲۰ھ) اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

لَا یَرُدُّهَا، وَتَبْقٰی عِنْدَهٗ، وَیَنْقَطِعُ تَعَلُّقُهَا عَنِ الْأَحْیَاءِ وَتَصَرُّفُهَا فِي الْأَبْدَانِ.

''اسے (دنیا میں) نہیں لوٹاتا، بلکہ وہ اس کے پاس ہی رہتی ہے۔ اس کا تعلق زندوں سے منقطع ہو جاتا ہے اور بدن میں اس کا تصرف بھی ختم ہو جاتا ہے۔''

(سَیف اللّٰہ علٰی من کَذَب علٰی أولیاء اللّٰہ، ص 45)

نیز فرماتے ہیں:

جَمِیعُ ذٰلِكَ، وَمَا هُوَ نَحْوَهٗ دَالٌّ عَلَی انْقِطَاعِ الْحِسِّ وَالْحَرْكَةِ مِنَ الْمَیِّتِ، وَأَنَّ أَرْوَاحَهُمْ مُمْسَكَةٌ، وَأَنَّ أَعْمَالَهُمْ مُنْقَطِعَةٌ مَحْفُوظَةٌ عَنْ زِیَادَةٍ وَنُقْصَانٍ ...... وَالْكُفَّارُ كِتَابُهُمْ فِي سِجِّینٍ، فَدَلَّ ذٰلِكَ عَلٰی أَنْ لَیْسَ لِلْمَیِّتِ تَصَرُّفٌ فِي ذَاتِهٖ فَضْلًا عَنْ غَیْرِهٖ بِحَرْكَةٍ، وَأَنَّ رُوحَهٗ مَحْبُوسَةٌ مَرْهُونَةٌ بِعَمَلِهَا مِنْ خَیْرٍ وَّشَرٍّ، فَإِذَا عَجَزَ عَنْ حَرْكَةِ نَفْسِهٖ فَكَیْفَ یَتَصَرَّفُ فِي حَقِّ غَیْرِهٖ؟ فَالرَّبُّ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی یُخْبِرُ أَنَّهٗ یُمْسِكُ الْأَرْوَاحَ عِنْدَهٗ، وَهٰؤُلَاءِ الْمُلْحِدُونَ یَقُولُونَ : إِنَّ الْأَرْوَاحَ مُطْلَقَةٌ مُتَصَرِّفَةٌ!.

''یہ اور دیگر دلائل دلالت کرتے ہیں کہ میت سے حس اور حرکت منقطع ہو جاتی ہے اور ان کی ارواح روک لی جاتی ہیں، ان کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں،

زیادت اور کمی سے محفوظ ہوجاتے ہیں۔ ...... کفار کا اندراج سجین میں ہوتا ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میت اپنی ذات میں کچھ تصرف نہیں کرسکتی، کجا کسی غیر میں کسی حرکت کے ساتھ تصرف کرے۔اس کی روح اچھے برے عمل کی بنا پر اپنی اپنی جگہ پر روک لی جاتی ہے۔جب خود حرکت سے عاجز ہے،تو وہ غیر میں تصرف کیسے کرسکتی ہے؟ اللہ سبحانہ وتعالیٰ یہ خبر دیتے ہیں کہ وہ ارواح کو اپنے پاس روک لیتے ہیں،جبکہ یہ ملحدین کہتے ہیں،ارواح گھومتی پھرتی ہیں اور تصرف کرتی ہیں۔''

(سَیف اللّٰہ علٰی من کَذَب علٰی أولیاء اللّٰہ، ص 32-33)

علامہ ابن نجیم حنفی (۹۷۰ھ) لکھتے ہیں:

فِي الْبَزَّازِيَّةِ : قَالَ عُلَمَاؤُنَا : مَنْ قَالَ : أَرْوَاحُ الْمَشَايِخِ حَاضِرَةٌ تَعْلَمُ يَكْفُرُ .

'بزازیہ میں ہے: ہمارے علما کہتے ہیں کہ جس شخص نے یہ کہا کہ مشائخ کی ارواح حاضر ہوتی ہیں اور جانتی ہیں،اس نے کفر کیا۔''

(البحر الرّائق : 134/5)

علامہ شیخی زادہ حنفی (۱۰۷۸ھ) لکھتے ہیں:

يَكْفُرُ بِقَوْلِهِ : أَرْوَاحُ الْمَشَايِخِ حَاضِرَةٌ، تَعْلَمُ .

''جو کہے کہ مشائخ کی ارواح حاضر ہوتی ہیں اور جانتی ہیں، وہ کافر ہے۔''

(مَجمع الأنہر :691/1)

سوال: سجدہ تعظیمی کا کیا حکم ہے؟

جواب: سجدہ تعظیمی عبادت ہے، اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہیں۔

حنفی فقہا کا فتویٰ ہے:

إِنَّ السُّجُودَ لِغَيْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلٰى وَجْهِ التَّعْظِيمِ كُفْرٌ .

''غیر اللہ کو تعظیمی سجدہ کرنا کفر ہے۔''

(المَبسوط للسّرخسي : 130/24 ، مِنحة السّلوك، ص 415 ، البِناية شرح الهداية : 200/12 ، فتاویٰ شامی : 134/6 ، مَجمع الأنهر : 542/2)

علامہ عینی حنفی (۸۵۵ھ) لکھتے ہیں:

أَمَّا السُّجُودُ لِغَيْرِ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى فَهُوَ كُفْرٌ إِذَا كَانَ مِنْ غَيْرِ إِكْرَاهٍ وَمَا يَفْعَلُهُ الْجُهَّالُ مِنَ الصُّوفِيَةِ بَيْنَ يَدَيِ شَيْخِهِمْ فَحَرَامٌ مَحْضٌ أَقْبَحُ الْبِدَعِ فَيُنْهَوْنَ عَنْ ذٰلِكَ لَا مَحَالَةَ .

''غیر اللہ کے لئے سجدہ کفر ہے، جب مجبورانہ کرے اور یہ جو جہال صوفیا اپنے شیخ کے سامنے کرتے ہیں، محض حرام ہے، بدترین بدعت ہے اور ان کو بالضرور اس سے روکا جائے گا۔''

(البِناية شرح الهداية : 199/12)

سوال: محبت کے تعویذ کا کیا حکم ہے؟

جواب: محبت کا تعویذ جائز نہیں، کیونکہ یہ جادو کی ایک قسم ہے۔

حنفی فقہا کا یہی فتویٰ ہے:

إِنْ أَرَادَتِ امْرَأَةٌ أَنْ تَضَعَ التَّعْوِيذَ لِيُحِبَّهَا زَوْجُهَا بَعْدَمَا كَانَ يَبْغُضُهَا ذَكَرَ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ أَنَّ ذٰلِكَ حَرَامٌ .

”اگر کوئی خاتون اس لئے تعویذ پہنے کہ اس سے نفرت کرنے والا شوہر اس سے محبت کرنے لگے، تو ”جامع صغیر“ میں ہے کہ یہ حرام ہے۔“

(فتاویٰ عالمگیری:356/5، دُرر الحُکّام :319/1، فتاویٰ شامی:364/6)

(سوال): بت پرستی کا سبب کیا بنا؟

(جواب): بت پرستی کا سبب اولیاء اللہ کی حد درجہ تعظیم ہے، ان کی قبروں پر سجدے کیے جانے لگے، بعد میں ان کی مورتیاں بنا کر ان کی عبادت ہونے لگی۔ یوں بت پرستی کی بنیاد پڑی۔ معلوم ہوا کہ قبر پرستی دراصل بت پرستی ہے۔

علامہ شامی حنفی (۱۲۵۰ھ) کہتے ہیں:

إِنَّ أَصْلَ عِبَادَةِ الْأَصْنَامِ اتِّخَاذُ قُبُورِ الصَّالِحِينَ مَسَاجِدَ .

”بتوں کی پوجا کی اصل نیک لوگوں کی قبروں کو عبادت گاہ بنانا ہے۔“

(فتاویٰ شامی:380/1)

علامہ عینی حنفی ”صنم“ اور ”وثن“ میں فرق کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

إِذَا كَانَ مَعْمُولًا مِّنْ خَشَبٍ أَوْ ذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ صُورَةَ إِنْسَانٍ فَهُوَ صَنَمٌ، وَإِنْ كَانَ مَعْمُولًا مِنْ حِجَارَةٍ فَهُوَ وَثَنٌ .

”جب وہ لکڑی، سونے یا چاندی سے انسان کی صورت میں بنایا گیا ہو، تو اس کو صنم کہیں گے اور پتھر سے تراشا گیا ہو، تو وثن کہیں گے۔“

(البِناية شرح الهداية : 28/6)

(سوال): اولیاء اللہ کی قبروں پر چادریں چڑھانا کیسا ہے؟

(جواب): اولیاء اللہ کی قبروں پر چادریں چڑھانا بدعت ہے۔ یہ قبروں کے معاملہ میں

غلو ہے اور قبروں کی غیر شرعی تعظیم ہے۔

علامہ ابن عابدین، شامی حنفی (۱۲۵۰ھ) لکھتے ہیں:

وَضْعُ السُّتُورِ، وَالْعَمَائِمِ، وَالثِّيَابِ عَلٰى قُبُورِ الصَّالِحِينَ الْأَوْلِيَاءِ كَرِهَهُ الْفُقَهَاءُ، حَتّٰى قَالَ فِي فَتَاوَى الْحُجَّةِ : وَتُكْرَهُ السُّتُورُ عَلَى الْقُبُورِ، وَلٰكِنْ نَّحْنُ الْآنَ نَقُولُ : إِنْ كَانَ الْقَصْدُ بِذٰلِكَ التَّعْظِيمَ فِي أَعْيُنِ الْعَامَّةِ، حَتّٰى لَا يَحْتَقِرُوا صَاحِبَ هٰذَا الْقَبْرِ۔۔۔، فَهُوَ أَمْرٌ جَائِزٌ لَّا يَنْبَغِي النَّهْيُ عَنْهُ، لِأَنَّ الْأَعْمَالَ بِالنِّيَّاتِ، وَلِكُلِّ امْرِءٍ مَّا نَوٰى، فَإِنَّهٗ وَإِنْ كَانَ بِدْعَةً عَلٰى خِلَافِ مَا كَانَ عَلَيْهِ السَّلَفُ ۔۔۔ .

’’نیک اولیا کی قبروں پر چادریں، پگڑیاں اور کپڑے رکھنے کو ہمارے فقہا نے مکروہ قرار دیا ہے، حتی کہ فتاوی الحجہ میں لکھا ہے: قبروں پر چادریں ڈالنا مکروہ ہے۔ لیکن ہم اب کہتے ہیں کہ اگر اس سے عام لوگوں کی نظروں میں صاحب ِقبر کی تعظیم پیدا کرنا مقصود ہو تا کہ وہ صاحب ِقبر کو حقیر نہ سمجھیں۔۔۔، تو یہ جائز ہے، اس سے روکنا درست نہیں، کیونکہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کو وہی کچھ ملتا ہے، جس کی وہ نیت کرتا ہے۔ یہ عمل اگرچہ بدعت ہے اور اس طریقے کے خلاف ہے، جس پر سلف صالحین کار بند تھے۔۔۔‘‘

(العقود الدريّة في تنقيح الفتاوى الحامديّة : 325/2، فتاوى الشامي : 363/6)

ملاحظہ فرمائیں کہ اسے بدعت بھی قرار دیا جا رہا ہے اور یہ بھی اقرار کیا جا رہا ہے کہ

سلف صالحین اس عمل پر کاربند نہیں تھے، لیکن پھر بھی اسے جائز کہا جا رہا ہے۔ کیا اس سے یہ بات بخوبی معلوم نہیں ہو جاتی کہ بعض لوگ اپنا دین کتاب وسنت اور سلف صالحین سے نہیں، بلکہ اپنی آرا و خواہشات سے اخذ کرتے ہیں۔ قبروں کی جعلی اور خود ساختہ تعظیم سے شرک کی راہ ہموار کرنا مقصود ہے۔ اگر شریعت میں اس کا کوئی تصور ہوتا، تو سلف صالحین اسے ضرور اپناتے۔ صحابہ کرام نے قبر نبی اور تابعین عظام نے قبورِ صحابہ کے ساتھ اور تبع تابعین اعلام نے قبورِ تابعین کے ساتھ ایسا کوئی معاملہ نہیں کیا۔

سوال: یہ عقیدہ کہ میت تصرف واختیار رکھتی ہے، کیسا ہے؟

جواب: یہ کفریہ عقیدہ ہے۔ قرآن وحدیث کی نصوص اس کا رد کرتی ہیں۔

فقہائے احناف کا فتویٰ ہے:

إِنْ ظَنَّ أَنَّ الْمَيِّتَ يَتَصَرَّفُ فِي الْأُمُورِ دُونَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَاعْتِقَادُهٗ ذٰلِكَ كُفْرٌ.

''اگر کوئی یہ عقیدہ رکھے کہ میت بعض معاملات میں تصرف کر سکتی ہے، تو اس کا یہ عقیدہ کفریہ ہے۔''

(البحر الرّائق : 321/2، فتاوی شامی : 439/2، حاشية الطّحطاوي، ص 693)

سوال: غیر اللہ کی پکار کرنا کیسا ہے؟

جواب: غیر اللہ کی پکار شرک ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ﴾

(غافر : 14)

''اللہ کو پکاریں، اس کے لیے دین کو خالص کرتے ہوئے، اگرچہ کفار ناپسند کریں۔''

نیز فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ﴾

(فاطر : 13)

''اللہ کے سوا تم جن کو پکارتے ہو، وہ ایک کھجور کی گٹھلی کے دھاگے کے مالک بھی نہیں ہیں۔''

ایک مقام پر فرمایا:

﴿وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَكُمْ وَلَا أَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُونَ﴾(الأعراف : 197)

''جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، وہ تمہاری مدد کی طاقت نہیں رکھتے اور نہ ہی اپنی مدد پر قادر ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے ان سے اس بات کی نفی کی ہے کہ وہ مدد و نصرت کی استطاعت و طاقت ہی نہیں رکھتے۔

علامہ صنع اللہ حنفی صاحب (۱۱۲۰ھ) فرماتے ہیں:

قَوْلُهٗ : ﴿مِنْ دُونِ اللّٰهِ﴾ فِي الْآيَاتِ كُلِّهَا؛ أَيْ مِنْ غَيْرِهٖ تَعَالٰى، فَإِنَّهٗ عَامٌّ يَدْخُلُ فِيهِ مَنِ اعْتَقَدْتَهٗ مِنْ شَيْطَانٍ وَّوَلِيٍّ تَسْتَمِدُّهٗ، فَإِنَّ مَنْ لَمْ يَقْدِرْ عَلٰى نَصْرِ نَفْسِهٖ كَيْفَ يُمِدُّ غَيْرَهٗ؟

''تمام آیات میں (من دون اللہ) سے مراد اللہ کا غیر ہے۔ یہ عام ہے، اس میں شیطان اور ولی سب داخل ہیں، جن سے بھی امداد مانگی جائے۔ کیونکہ جو

شخص اپنی نصرت کی طاقت نہیں رکھتا، وہ کسی دوسرے کی مدد کیسے کرسکتا ہے؟''

(سَیف اللّٰہ علٰی من کَذَب علٰی أولیاء اللّٰہ، ص 30)

سوال: کاہن، عراف، رمال، نجومی اور شعبدہ باز کا کیا حکم ہے؟

علامہ ابن نجیم حنفی (۹۷۰ھ) نقل کرتے ہیں:

إِنَّ الْمُرَادَ بِالْكَاهِنِ وَالْعَرَّافِ فِي الْحَدِيثِ مَنْ يُخْبِرُ بِالْغَيْبِ أَوْ يَدَّعِي مَعْرِفَتَهٗ فَمَا كَانَ هٰذَا سَبِيلَهٗ لَا يَجُوزُ، وَيَكُونُ تَصْدِيقُهٗ كُفْرًا .

''حدیث میں کاہن اور عراف سے مراد وہ ہیں، جو غیب کی خبریں دیں یا غیب جاننے کا دعویٰ کریں، تو ایسا کرنا جائز نہیں ہے اور ان کی تصدیق کفر ہے۔''

(البحر الرّائق : 284/2، فتاوی شامی : 45/1، البِناية شرح الهداية للعيني : 297/7، حاشية الطّحطاوي، ص 654، النّهر الفائق : 254/3)

علامہ منبجی حنفی (۶۸۶ھ) لکھتے ہیں:

اَلْفَرْقُ بَيْنَ الْكَاهِنِ وَالْعَرَّافِ أَنَّ الْكَاهِنَ يَتَعَاطَى الْخَبَرَ عَنِ الْكَوَائِنِ فِي مُسْتَقْبَلِ الزَّمَانِ وَمَعْرِفَةِ الْأَسْرَارِ، وَالْعَرَّافُ يَتَعَاطَى مَعْرِفَةَ الشَّيْءِ الْمَسْرُوقِ وَمَكَانِ الضَّالَّةِ وَنَحْوِهٖ .

''کاہن اور عراف میں فرق یہ ہے کہ کاہن آئندہ ہونے والے کاموں اور خفیہ امور کی خبر دیتا ہے اور عراف دعوی کرتا ہے کہ وہ مسروقہ چیزوں کو اور ان جگہوں کو جانتا ہے، جہاں چیزیں گم ہوئی ہیں۔''

(اللُّباب في الجمع بين السّنة والكتاب : 508/2)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی (۱۲۵۰ھ) لکھتے ہیں:

اَلْحَاصِلُ أَنَّ الْكَاهِنَ مَنْ يَدَّعِي مَعْرِفَةَ الْغَيْبِ بِأَسْبَابٍ وَهِيَ مُخْتَلِفَةٌ فَلِذَا انْقَسَمَ إِلٰى أَنْوَاعٍ مُتَعَدِّدَةٍ كَالْعَرَّافِ، وَالرَّمَّالِ وَالْمُنَجِّمِ، وَهُوَ الَّذِي يُخْبِرُ عَنِ الْمُسْتَقْبَلِ بِطُلُوعِ النَّجْمِ وَغُرُوبِهٖ، وَالَّذِي يَضْرِبُ بِالْحَصٰى، وَالَّذِي يَدَّعِي أَنَّ لَهٗ صَاحِبًا مِّنَ الْجِنِّ يُخْبِرُهٗ عَمَّا سَيَكُونُ، وَالْكُلُّ مَذْمُومٌ شَرْعًا، مَحْكُومٌ عَلَيْهِمْ وَعَلٰى مُصَدِّقِهِمْ بِالْكُفْرِ، وَفِي الْبَزَّازِيَّةِ : يَكْفُرُ بِادِّعَاءِ عِلْمِ الْغَيْبِ وَبِإِتْيَانِ الْكَاهِنِ وَتَصْدِيقِهٖ، وَفِي التَّتَارْخَانِيَّةِ : يَكْفُرُ بِقَوْلِهٖ : أَنَا أَعْلَمُ الْمَسْرُوقَاتِ أَوْ أَنَا أُخْبِرُ عَنْ إِخْبَارِ الْجِنِّ إِيَّايَ، قُلْتُ : فَعَلٰى هٰذَا أَرْبَابُ التَّقَاوِيمِ مِنْ أَنْوَاعِ الْكَاهِنِ لِادِّعَائِهِمُ الْعِلْمَ بِالْحَوَادِثِ الْكَائِنَةِ .

''حاصل کلام یہ ہے کہ کاہن اس کو کہتے ہیں، جو مختلف اسباب سے غیب جاننے کا دعویٰ کرے۔ کاہن کی مختلف قسمیں ہوتی ہیں، ایک عراف ہوتا ہے۔ اسی طرح رمّال ہوتا اور ایک نجومی ہوتا ہے۔ یہ ستاروں کے طلوع وغروب کے ذریعے مستقبل کی خبر دیتا ہے۔ ایک وہ ہوتا ہے، جو کنکری مارتا ہے اور ایک وہ ہوتا ہے، جو کہتا ہے: میرے پاس جن ہے، جو مجھے مستقبل کی خبریں دیتا ہے۔ یہ سب شرعا مذموم ہیں۔ ان پر اور ان کی تصدیق کرنے والے پر کفر کا حکم لاگو ہوتا ہے۔ بزازیہ میں لکھا ہے: جو علم غیب کا دعوی کرے، یا کاہن کے پاس

آئے اور اس کی تصدیق کرے، وہ کافر ہو جائے گا۔ تتارخانیہ میں لکھا ہے: اس شخص کی تکفیر کی جائے گی، جو کہتا ہے کہ میں چوری شدہ چیزوں کو جانتا ہوں یا میں خبر دیتا ہوں، کیونکہ مجھے یہ باتیں جن بتاتے ہیں۔ میں (شامی) کہتا ہوں: جنتری کے ذریعہ قسمت کا حال دریافت کرنے والوں کو بھی کاہن کی اقسام میں شمار کیا جائے گا، کیونکہ وہ بھی آئندہ پیش آمدہ حوادث جاننے کا دعوی کرتے ہیں۔''

(فتاویٰ شامی: 242/4)

سوال: غیر اللہ کی قسم کھانا کیسا ہے؟

جواب: غیر اللہ کی قسم کھانا جائز نہیں۔ حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔

علامہ علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی (۵۹۳ھ) لکھتے ہیں:

مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ لَمْ يَكُنْ حَالِفًا كَالنَّبِيِّ وَالْكَعْبَةِ .

''جو غیر اللہ کے نام کی قسم اٹھائے، اس کی قسم قبول نہیں، جیسے وہ نبی اور کعبہ کی قسم اٹھا دے۔''

(الهداية : 318/2، طبع بيروت)

علامہ ابن نجیم حنفی (۹۷۰ھ) لکھتے ہیں:

لِأَنَّ الْحَلِفَ بِالنَّبِيِّ وَالْكَعْبَةِ حَلِفٌ بِغَيْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى .

''کیونکہ نبی ﷺ اور کعبہ کی قسم اٹھانا، غیر اللہ کی قسم ہے۔''

(البحر الرّائق : 311/4)

سوال: نجومی سے قسمت کا حال معلوم کرنا کیسا ہے؟

جواب: کفر ہے، غیب اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے۔

علامہ عینی حنفی (۸۵۵ھ) لکھتے ہیں:

لَا يُعْتَبَرُ قَوْلُ الْمُنَجِّمِينَ بِالْإِجْمَاعِ .

''نجومیوں کے اقوال معتبر نہیں ہیں، اس پر اجماع ہے۔''

(البِناية شرح الهداية : 17/4)

فقہائے احناف کا فتویٰ ہے:

لَا عِبْرَةَ بِقَوْلِ الْمُنَجِّمِينَ .

''نجومیوں کے اقوال کا کوئی اعتبار نہیں۔''

(البحر الرّائق : 284/2، فتاوى شامى : 392/2، حاشية الطّحطاوي، ص 644)

سوال: قوالی کا کیا حکم ہے؟

جواب: قوالی حرام ہے۔ اس میں آلات موسیقی کا استعمال ہوتا ہے۔ قوال بدعقیدہ، باطنی صوفی اور فاسق وفاجر ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ﴾

(لقمان : 6)

''بعض لوگ آلات موسیقی کے شوقین ہیں، تا کہ بغیر علم کے اللہ کے رستے سے بھٹکائیں اور اس کی آیات سے ٹھٹھا اور مذاق کریں، ان کے لئے رسوا کن عذاب ہے۔''

فقہ حنفی کی معتبر ترین کتاب میں ہے:

اَلسَّمَاعُ وَالْقَوْلُ وَالرَّقْصُ الَّذِي يَفْعَلُهُ الْمُتَصَوِّفَةُ فِي زَمَانِنَا حَرَامٌ لَا يَجُوزُ الْقَصْدُ إِلَيْهِ وَالْجُلُوسُ عَلَيْهِ وَهُوَ وَالْغِنَاءُ وَالْمَزَامِيرُ سَوَاءٌ .

''سماع، قوالی اور رقص، جو ہمارے زمانے کے صوفیا کرتے ہیں، حرام ہیں، ان مجلسوں اور محفلوں میں جانا اور ان میں بیٹھنا جائز نہیں۔ قوالی، گانا اور موسیقی کا حکم ایک ہے۔''

(فتاویٰ عالمگیری:5/352، فتاویٰ شامی:6/349)

علامہ حصکفی حنفی (۱۰۸۸ھ) لکھتے ہیں:

إِنَّ الْمَلَاهِيَ كُلَّهَا حَرَامٌ .

''گانے بجانے کے تمام آلات حرام ہیں۔''

(الدرّ المُختار، ص 652)

علامہ عینی حنفی (۸۵۵ھ) لکھتے ہیں:

تُرَدُّ شَهَادَةُ الْقَوَّالِ وَالرَّقَّاصِ .

''قوال اور ناچنے والے کی گواہی قبول نہیں۔''

(البِناية شرح الهداية : 12/89)

سوال: مندرجہ ذیل حدیث کا مفہوم بیان کریں۔

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثَلَاثَةٌ يَدْعُونَ اللّٰهَ فَلَا يُسْتَجَابُ لَهُمْ ؛ رَجُلٌ كَانَتْ تَحْتَهُ امْرَأَةٌ سَيِّئَةُ الْخُلُقِ فَلَمْ يُطَلِّقْهَا، وَرَجُلٌ كَانَ لَهُ عَلٰى رَجُلٍ

مَالٌ فَلَمْ يُشْهِدْ عَلَيْهِ، وَرَجُلٌ آتٰى سَفِيهًا مَالَهٗ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ : ﴿وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمْ﴾(النساء : 5).

''تین آدمیوں کی دعا قبول نہیں ہوتی؛ ① جس کی بیوی بداخلاق اور بدتمیز ہو، وہ اسے طلاق نہ دے۔ ② جو کسی کو قرض دے، لیکن اس پر گواہ نہ بنائے۔ ③ جو اپنا مال (بغرض تجارت) کسی ناسمجھ کے حوالے کر دے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمْ﴾(النساء : 5) ''اپنے مال ناسمجھ لوگوں کے سپرد مت کرو۔''

(المستدرك للحاكم : 331/2، السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 146/10، وسندهٗ صحيحٌ)

اسے امام حاکم رحمہ اللہ نے بخاری و مسلم کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

جواب: اس حدیث میں تین باتیں مذکور ہیں؛

① جس کی بیوی بداخلاق ہے، وہ اسے طلاق نہیں دیتا، تو اس کی دعا قبول نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب بیوی اسے پریشان کرتی ہے، تو وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ اللہ یہ پریشانی دور کر دے، تو اس کی یہ دعا قبول نہیں ہوتی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے رخصت دی ہے کہ وہ ایسی بداخلاق بیوی کو طلاق دے کر خلاصی پا لے، لیکن وہ اسے طلاق نہیں دیتا، ایسا شخص اگر بیوی کی اذیتوں پر اللہ تعالیٰ سے دعا کرے، تو اس کی دعا رد ہو جاتی ہے۔ اس سے مطلق دعا مراد نہیں ہے۔

② جس نے کسی شخص کو قرض دیا ہو، قرض پر گواہ نہ بنایا ہو، اس کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو قرض دیا، کسی کو گواہ نہ بنایا، پھر جب

قرض کا مطالبہ کیا، تو قرض لینے والا مکر گیا، اب مطالبہ کرنے والا اسے بدعا دیتا ہے، تو اس شخص کی یہ دعا جو یہ دوسرے شخص کے خلاف کر رہا ہے، قبول نہ ہوگی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے قرض پر گواہ بنانے کی راہنمائی کی تھی، لیکن اس نے اللہ کے حکم کو اختیار نہ کیا، لہٰذا اب بطور سزا اس کی قرض لینے والے کے خلاف دعائیں قبول نہ ہوں گی۔

③ جو اپنا مال کسی ناسمجھ کے سپرد کر دیتا ہے، اس کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ ایک شخص اپنا مال کسی ناسمجھ کو دیتا ہے کہ میرے مال میں تجارت کرو، لیکن وہ ناسمجھ مال ضائع کر دیتا ہے، اب مال کا مالک اس ناسمجھ کو بدعائیں دیتا ہے، تو اس کی یہ بد دعائیں ہرگز قبول نہ ہوں گی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا کہ مال کو ناسمجھوں کے حوالے نہ کرو۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمْ﴾(النساء: 5)

''اپنے مال ناسمجھ لوگوں کے سپرد مت کریں۔''

ان تین افراد کی دعا مطلق رد نہیں ہوتی، بلکہ یہاں خاص دعا مراد ہے، جو رد کر دی جاتی ہے۔